

تم اس کا انتشار میہاں کی بجائے کمیں اور کرو تو۔۔ میرا خیال ہے وہ تمہیں تلاش کر لے گی...؟

میں نے سومنگ کا سیٹوم کے اوپر دہی آدم سے بازوں کی شرٹ پہنی اور انہوںکھڑا ہوا۔ رو تھے تو یہ سے جسم کو پونچھا اور کا سیٹوم کے اوپر ہی اپنا فرائک پھین لیا۔۔ ہم انہوںکر چلنے لگے تو سنہری بالوں والا بھی آگیا۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں کون آتش کریم تھی۔۔۔ مجھے اس کے ہمراہ دیکھ کر وہ کچھ تندبزب میں پڑ گیا کہ یہ گھڑی دو گھڑی میں یہ کیا ماجرا ہو گیا۔۔۔

رو تھا اس کے قریب گئی اور جھجک کر تھوڑی سی آتش کریم کوں پر سے کھاتی باقی تم کھالا اور شکریہ۔

ہم پتھر کے بند پر چلتے ہوئے جب جھیل کے کنارے واقع میرگاہ تک پہنچے تو وہ حضرت ابھی تک دونوں ہاتھوں میں آتش کریم تھامے کسی سوچ میں گم وہیں کھڑے تھے۔

”میں نے بہت بد تیزی کی ہے۔۔۔ اس کے لبھے میں تاسف تھا“ وہ بچاہہ اتنی دور سے صرف میرے لئے آئیں کریم لے کر آیا تھا اور میں نے خدا سے بیجا تھا۔ ”بد تیزی تو میں نے بھی کی ہے۔۔۔ وہ خاتون کیا سوچتی ہو گی“ میں بھی ایک گھرے دکھ کے ساتھ بولا۔۔۔ ”بہر حال اب کیا ہو سکتا ہے۔۔۔ کافی اگر تم پسند کرو تو۔“

جھیل پر بنے ہوئے ایک پل کے ساتھ ایک رسیتوران تھا۔ ہم وہاں چلے گئے۔ پچھے لوگوں نے اس کی طرف دیکھا کیونکہ اس کا بدن ابھی تک گیلا تھا۔

ایک صاف سُقیر سے اور کافی کی خوشبو میں رچے رسیتوران میں ہم دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ ابھی ایک گھنٹہ پیشتر ہم ایک دوسرے وجود سے بے شہرت تھے۔ ہم دو مختلف جہاں تھے اور اب اس کا چھرہ ماؤس ہوتا جا رہا تھا اور رسیتوران کی

حدت ہمارے جسموں سے جھیل جنیرا کی ٹھنڈگی کو خشک کر رہی تھی۔ وہ خوبصورت تو نہیں تھی لیکن جوانی نے اُسے ایک ایسی کشش سے نوازا تھا جو اُسے دیکھنے سے نہیں بلکہ اس کے قریب بیٹھنے سے ہی آپ پر اثر انداز ہونے لگتی تھی۔ اُس کے بازوں پر سنہری روئیں تھے اور ہاں وہ ایک متناسب جسم کی مالک تھی۔ وہ مجھے بھی دیکھتی تھی اور یہی سوچتی ہو گی کہ یہ کون ہے۔ ادھر کہاں آگیا اور کیوں آگیا۔ کافی کے بعد ہم باہر نکلے تو شام ہو چکی تھی۔ جھیل پر روشنیاں تیرتی تھیں اور پکھڑ دوستی تھیں۔ ٹراموں اور کاروں کا سورجی کم ہو چکا تھا البته پل کے یہ پچھے جھیل کا مانی بہتا تھا اور گونجتا تھا۔

”یہ ایک بہت اچھی ملاقات تھی“ اس نے اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ اور میں اس لئے کے لئے تیار نہ تھا۔

”اس سے بہتر تھا کہ تم وہ آئن کریم کھالیتیں“ میں نے جمل کر کہا۔

”اوہ“ میں نے اس کا ہاتھ اپنے رخساروں پر محسوس کیا۔ ”تم ابھی تک اس کے بارے میں سوچ رہے ہو۔۔۔ اچھا تو تم بتاؤ کہ اب کیا کریں؟“

”وہ پہاڑی پر میرا شیخہ ہے“ میں نے اور دیکھا۔

”کیا وہ ایک شخص کے لئے کافی ہے یادو کے لئے“ اس نے ایک مخصوص انداز میں ہونٹ چھائی۔

”وہ کافی ہے۔۔۔“ میں نے سنتے ہوئے کہا۔ اور میرے خیے کے قریب ایک کافی بارہے جہاں سے جھیل اور شہر کا منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

”مجھے تم اُن قسم کے فریب نہیں دے سکتے۔۔۔“ وہ پھر شہزادت سے ہٹنگی میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔

میں نے اس کی طرف دیکھا۔ جو بات میرے ذہن میں نہیں تھی وہ بات اس نے

بڑی کامیابی سے میرے ذہن میں ڈال دی تھی۔
ایک بوندگری۔

میں نے اور دیکھا تو سیاہ آسمان میں سے ایک اور بوند میری ناک پر گئی۔
”کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میں فرار اس سے لچھے بیاس میں منتقل ہو جاؤں یہ فرائک
تو بالکل گیلا ہے“ اس نے فرائک کا ایک کنارا اٹھا کر دیکھا۔

وہ شہر کے کنارے ایک چھوٹے سے مکان کے چھوٹے سے کمرے میں رہتی
تھی اس کی لینڈ لیڈی بہت سخت مزاج ہے اور لذکوں و غیرہ کا داخلہ مکمل طور پر منع تھا۔
میں دروازے کے باہر کھڑا رہا اور وہ کپڑے بدلت کر آگئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھاتا بھجی تھی
”بارش کے لئے“ اس نے چھاتے کو بلند کیا۔

”رہوں پر ایستادہ پول کے ساتھ اندر میرا تھا اور جنگل تھا اور اس میں ایک راستہ بلند
ہوتا تھا اور میری کینپنگ کو جاتا تھا۔“

”سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ میں اس اندر میرے میں تمہارے ساتھ چل دوں؟ اس نے
چھاتے کی ذکر میری پسلیوں میں چھپوئی“ تھما رکیا پڑتا۔

”میں خود خوفزد ہوں“ میں نے مسکرانے کی کوشش کی اور پچھے تو یہ ہے کہ اندر میرا قبی
بہت گھنا اور گھرا تھا اور اس کے ساتھ رہوں کے بنے کی شان شان کا ذون میں گوئی تھی۔
ہم اُس راستے پر چلنے لگے جو ہمیں دکھائی نہیں دیتا تھا... اور جو راستہ دکھائی
نہ دے اس پر چلنے کے پکھنے کا نقصان ہوتے ہیں تو کچھ فائدے بھی ہوتے ہیں جو ہوئے
... آہستہ آہستہ پانی کا گم شوئی نہیں رہ گیا۔ بینوا کی روشنیاں نظر آئے گلیں، پھر میلی دیوار کے
ساتھ چیز کے درخت تھے اور ہمارے قدموں کے نیچے چیز کے ہو کئے ہوئے ہائے۔

”تم آگماں سے گئے ہو؟“ روٹھ نے سرگوشی کی۔
”پشت نہیں۔“

”تمارے ہاتھ اتنے گرم کیوں ہیں؟“

”پتہ نہیں“

”کسی شے کا بھی پتہ نہیں؟“

”منیں رو تھے میں خاصا علم ہوں...“

”لگتا ہے کہ تمہیں بہت کچھ سکھانا پڑے گا“ اندر میرے میں اُس کی اس بات سے

کچھ حدت سی پیدا ہوئی۔

کیپنگ گراؤنڈ پر پہنچتے ہم نہ حال ہو چکے تھے۔ چند شیوں میں روشنی تھی۔
ڈاکٹر پیر کا خیبر تاریک تھا اور وہ سوچا تھا۔ پیر کے درختوں میں سے ہوا مشکل سے
گزرتی تھی اور وہ جیسے گھر سے سانس لیتے جا رہے تھے۔ ہم پہاڑی کے کنارے پر
اسکے ہوتے ہیں پر جا بیٹھے۔ اندر کافی بار میں جیوں بُکس میں پیٹ بُون تھا اور وہ
اپنی گھری آواز میں گائے بارہا تھا۔

مت رو کو... اور ایک تیز ہوا چل رہی ہے۔

رو تھے نے ٹیرس کے نیچے پھیلے شہر کو دیکھا تو اُس کا سانس رکھنے کو آیا“ میں
پچھے چھ ماہ سے جیوں میں ہوں اور مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ یہاں ایسی جگہ بھی موجود
ہے... لکھنا زبردست منظر ہے... ہائے ہائے“
”میں تمارے لئے کچھ پینے کے لئے لااؤ؟“

”ہاں ایک بیٹھ“

میں اندر چلا گیا اور جیوں بُکس میں بہت سارے سکے ڈال کر پیٹ بُون کے
ہائے کا بھن متعدد بار دبادیا۔ اب کم از کم آدھ گھنٹے تک تو یہی گناچلنہ تھا۔
میں واپس آیا تو رو تھہ دہاں موجود تھی... ”رو تھہ“ میں نے اندر میرے کی جا شہ
رخ کر کے پکارا... اور وہ آگئی۔

”ادھر دیوار کے ساتھ پھری کے درختوں کے نیچے سے بھی جنیز اکتا دلخیب لگتا ہے اور وہاں سے تو بھیل میں گرتا ہوا دریائے رہوں بھی دکھائی دیتا ہے۔“

”دکھائی دیتا ہے؟ تمیں انڈھیرے میں بھی دکھائی دیتا ہے؟“

”ہاں“ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دیا۔ ”مجھے انڈھیرے میں بھی دکھائی دے جائے گا کہ تم کیا کر رہے ہو۔“

آڑوہ کیا کہنا چاہتی تھی... مجھے شک تھا کہ ہڑوہ کہنا چاہتی ہے جی کہ رہی ہے۔ رات گھری ہو رہی تھی۔ کافی بار کے اندر لوگ کم ہو رہے تھے۔ باہر شیز پر صرف میں اور ڈوٹھ تھے اور پیٹ بُون کی آواز تھی... مت روکو... اور دریائے رہوں کے پانیوں کا ہلکا شور تھا۔ گیارہ بجے کافی بار بند ہو گیا۔

”اب تم مجھے گھر پھوڑ کر آؤ گے...“

”تم میرا گھر نہیں دیکھو گی؟“

”کیا اُس میں میرے لئے جگہ ہوگی؟“

شیخہ واقعی بہت چھوٹا تھا اور اس میں باقاعدہ لور پریشنے وغیرہ کے لئے جگہ بہت کم تھی... میرا سلینگ بیگ بے حد زم تھا.... ہوا پھری کے درختوں میں چلتی تھی اور شور کرتی تھی۔

”ہاں تمیں کسی شے کا بھی پست نہیں، وہ انڈھیرے میں بولی۔“

”میرا خیال ہے تم مجھے گھر پھوڑ آؤ“ وہ پھر بولی۔

باہر گھپ انڈھیرا تھا۔ ہم کیپنگ سے نکل کر پہاڑی کے کنارے کے ساتھ اُس راستے پر اُترنے لگے جو نیچے جا رہا تھا۔ یہاں پتھر کی دیوار تھی اور وہ روک گئی۔

”ذردا دیکھو... بھیل کے پانی انڈھیرے میں بھی دکھائی دیتے ہیں اور وہ فوارہ جس کے سامنے میں ہم ملے تھے... کب ملے تھے؟“

”چند گھنٹے پہلی“

ہوا کا ایک تیز بھونکا ایسا آیا کہ درخت دیر تک بھوتتے رہے۔ خنکی بڑھ چکی تھی اور ہمارے بدن پکپاتے تھے۔

”تم تو کامب رہے ہو“ اس نے کہا۔

”ہاں...، ہوا تیز ہو رہا ہے۔“

”سنو“ وہ چلتی ہوئی یکدم ڈکنی اور کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کرنے لگی۔ ”کیا ہے؟ میں نے بھی دیکھا کیا۔“

”سنو... کسی پرانے والز کی دُصْن ہے.. جانے کیا سے آرہی ہے.. بُنُز“
ہاں نیچے سے رہوں کے کنارے کسی ریستوران سے یا شرکے کسی فلیٹ کی کھلی کھڑکی میں سے والز کی ایک دُصْن تیرتی۔ روکتی۔ تمہتی اور روان ہوتی ہم تک پڑخ رہی تھی۔

”آور قص کریں“ اس نے پیچے ہٹ کر کہا۔

”یہاں؟“

”اسی دُصْن پر... سنو..“

وہ دُصْن ہوا کا رُخ بدلتے سے کہیں اور چلی جاتی اور سنا ہی نہ دیتا۔

اس نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی کمر پر رکھا اور دوسرا فضما میں بلند کر کے نہایت لیا

”اب جو منی وہ دُصْن ہم تک آئے گی، ہم والز کریں گے۔“

”آپ کریں گے“ میں اُسے چھوڑ کر دیوار کے ساتھ جا کر کھڑا ہوا ”کیونکہ مجھے تو یہ رقص دغیرہ نہیں آتا۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے.... تمہیں تو کسی شے کا بھی منیں پتا۔ تم کیسے لڑ کے ہو؟“

”ہمارے ہاں کے مذہب کلاس لڑ کے عام طور پر ایسے ہی ہوتے ہیں... ہم کوئی

زیادہ تجربہ کار نہیں ہوتے اور رقص وغیرہ کو بلے حد محبوب سمجھتے ہیں ”
”اچھا... اور نوجوان لڑکیوں کے ساتھ گھومنے پھر نے اور خیسے میں مدعا کرنے
کو محبوب نہیں سمجھتے؟“

”نہیں... اس میں حرج نہیں“

وہ دُصْن پھر تیرتی ہوئی اگئی۔

”باتی سب کچھ تو بے شک کسی اور سے سیکھ لینا۔ کم از کم والز تو میں تمیں سکھائیں
گی اور ابھی“ اس نے پھر میرا ہاتھ اپنی کمر پر جمالیا اور دوسرا ہاتھ اپنی گرفتہ ہیں لے
کر اور پر کر دیا ”بس ایک دو تین...“ اور اس طرح گھوم جاؤ۔ با بآ گھومو... اور ہو
میر سے پاؤں تو مت کچلو... ایک دو تین...“
وہ مجھے والاسکھار ہی تھی اور میں ہنسن رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے...
اس تاریک اور سرد رات میں پیڑی کے جنگل میں جھیل جنیوا کے اوپر میں زندگی میں پہلی
مرتبہ والز کے سٹیپس سیکھ رہا تھا....

”رقص کرتے ہوئے آپ کچھ اور نہیں کرتے...“ اس نے ایک مرتبہ مجھے ڈکیل دیا

”کیا میں ایک اچھا شاگرد ہوں“

”ہاں“ وہ بلے حد خوش تھی ”لیکن تم جو کچھ سیکھنا چاہتے ہو آج ہی رات تو نہیں
سیکھ سکتے ہے“

دن ٹو تھری... ایک دو تین... تیز ہوا... رات اور دریاۓ رہون کا ہلکا
شوار اور زندگی... ہم دیر تک ان درختوں کے ساتھ میں رہئے اور وہ دُصْن سنتے
رسیے اور شام مہم رقص کرتے تھے۔

رات کے اس پھر جب ہم پہاڑی سے یہیچے اُتر کر رہوں کے پُل پر پہنچنے تو
آخری بس یاڑام کو گذرے ہوئے ایک عرصہ گذر چکا تھا بلکہ صبح کی پہلی بس کے

آنے کا وقت زیادہ قریب تھا۔ ہم خاموش فٹ پاتھوں اور تنگ لگیوں اور بھیل پر بنے ہوئے پوکی پرسے آہستہ آہستہ بوجبل قدم امتحانے بالآخر دو تھے کے گھر کے سامنے پہنچ گئے۔

”کیا تم مجھے دوبارہ ملنا چاہتے ہو؟“

”ہاں“

”کب؟“

”ابھی“

”ابھی؟ لیکن تم تو کچھ بھی نہیں جانتے..“ اُس کا سانس بھاپ بن رہا تھا اور میرے چہرے پر بھیل رہا تھا۔ ”اور میرے پاس آتنا وقت نہیں کہ تمہاری تربیت کر سکوں۔“

”خدا حافظ، میں منہ موڑ کر مسکراتا ہوا چل دیا...“ لگی خالی تھی اور میرے پیچے اُس کی ایڑھی تک تک کرتی آئی۔

”کل مجھے کام پر جانا ہے اس لئے پرسوں...“ تم پرسوں تک جنہیں ایں ہونا ہیں۔ اس کے بعد خاموشی تھی۔

”نہیں یہاں لگی میں کھڑے ہو کر کچھ نہیں سکھایا جا سکتا“ اس نے مجھے پرے وحکیلہ اور پھر ایک لمبی اودہ کر کے کہنے لگی ”میری پھتری؟“ اُس کے دلوں ہاتھ خالی تھے۔

”اور وہ بالکل نئی تھی۔“ اس نے منہ بسوارا ”اور میں ایک اور جھتری خرید نہیں سکتی...“ میرا خیال ہے وہ لیجھی تک اس دیوار پر ہو گی... ہاں میں نے تمہارا ہاتھ تھا منے سے پیشتر وہیں رکھی تھی“

”والپسی پر میں اُسے وہاں سے اٹھا لوں گا اور اپنے خیسے میں لے جاؤں گا...“

پرسوں لے لینا"

"صبح ہونے کر ہے اس لئے پرسوں نہیں کل؟" ... اس نے خدا حافظ کرنے کے یورپی رواج کو ملحوظاً خاطر رکھا اور بہت دیر تک رکھا۔ "بھر حال میں اپنی چھتری میں کروں گی" کیمپنگ والپی ایک پر تھکن سفر تھا۔ رہوں کا نیل۔ اور کرو جاتا ہوا راستہ اور پھر وہ دیوار ... میں نے دور سے دیکھ لیا کہ دیوار پر رو تھک کی چھتری کی پڑی ہوتی ہے ... میں نے چھتری کو اٹھایا تو اس میں وہی خوشبو تھی جو رو تھک کے لباس بالوں اور سبزم میں تھی ... میں نے اُسے بغل میں دا با اور ایک مرتبہ پھر نیچے آترنے لگا۔

رو تھک کے گھر کے سامنے پہنچا تو صبح ہو چکی تھی ... دروازے کے ساتھ دوڑھ کی بوتلیں دھرمی تھیں۔ میں نے ان کے ساتھ رو تھک کی چھتری کو رکھا اور ایک مرتبہ پھر کیمپنگ کی جانب مارچ کرنے لگا۔ میں نے ایسا کیوں کیا؟ ... اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ میں اُس لڑکی کو متاثر کرنا چاہتا تھا؟ نہیں ... یہ کوئی اور جذبہ تھا ... نو خیزی اور نوجوانی کی ایک ایسی حرکت جس کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ یہ حرکت یوں تو ہیرو قوانین لگتی ہے لیکن اُس عمر میں ... جنیوں کی صبح میں جب آپ کے اپنے بدن سے کوئی اور مہک اٹھتی ہے تو آپ کے جی میں آتا ہے کہ آپ یہی کریں ... اور آپ نہکے ہونے کے باوجود آئندہ دس میل کا مشکل سفر صرف اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ایک پچھاتا کسی کے دروازے کے ساتھ رکھ کر واپس آ جائیں۔

میں کیمپنگ میں واپس آیا تو ڈاکٹر پیر اپنے شیخے کے باہر کافی بنارہ تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرا یا۔ اس نے بھویں پڑھا کر مجھے بے حد غور سے دیکھا اور کہتے لگا "جادو سو جاؤ؟"

میں شیخے کے اندر داخل ہوا اور ... جب بیمارہ ہوا ہوں تو شام ہو رہی تھی۔ کافی بارہ کی جانب سے پیٹ بون کی آواز آرہی تھی ... مت روکو ... اور ایک تیز ہوا پل

رہی ہے... پیر حسب سابق اپنے خیسے کے باہر سٹول پر بیٹھا تھا اور کافی بنارہ تھا۔
وہ کیسی ہے؟ اس نے یکدم پوچھا۔

”کون؟“

”میں اپنے شے میں لیٹا ہوا تھا کہ مجھے کچھ آزادیں آئیں... پیار کی آزادیں“ پیر کا
چھڑہ شرارت ہی شرارت تھا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“ میں نے ہدنس کر کھا۔

”ہاں بالکل“ اس نے سر پلایا ”مجھے غلط فہمی ہوئی ہے...“ بھر حال غلط فہمی کی ہنسی
بہت خوبصورت تھی؟“

”روتھ میں یہ خرابی تھی کہ وہ ہنستی بہت تھی۔“

”اس کا نام روٹھ ہے... وہ ہر من ہے اور...“

”اوہ تمہیں اس کے ساتھ محبت ہو گئی ہے؟“

”محبت؟... میں کچھ حیران ہوا“ پیر دراصل ہمارے ہاں محبت کا تقویت
مختلف ہے۔ خاص طور پر میری عمر میں تو بولاڑ کی بھی دکھائی دے جائے اُس سے
محبت ہو جاتی ہے...“

”اوہ کیا یہ بولاڑ کی تمہیں دکھائی دی؟ کیا اس نے تمہیں کچھ دیکھنے دیا؟“ بولاڑھاڈاکٹر
خاص خرمستی کے موڑ میں تھا۔

”میں اس کی جانب کھینچتا ہوں۔ اس میں کشش ہے... لیکن یہ دو انسانوں
کی ایک دوسرے کے لئے کشش نہیں بلکہ ایک بولاڑ کی کے لئے ایک بولاڑ کے... میرا
مطلوب ہے اگر روٹھ کی بجائے اُسی قسم کی کوئی بھی بولاڑ کی ہوتی تو...“

”اوہ ہو۔ اوہ ہو“ پیر نے کفت افسوس ملا۔ تم تو سنجیدہ گفتگو کے موڑ میں ہو...
دیکھو پاکستانی... تم دونوں کل خوش تھے ناں؟... اس دوران کوئی لمحہ افسوس کا تو نہیں

آیا کوئی ذکر کا خیال یا رنچ تو پاس سے نہیں گزرا؟

”نہیں...“

”تو پھر اور تمہیں کیا چاہیئے... بس میں سب کھے ہے... جب تم میری عمر کو پہنچو گے تو اُنی وقتوں کی طرف لوٹو گے... مشکل زناون میں تمہیں رو تھے یاد آئے گیا۔“

”صرف رو تھے؟“

”رو تھے سے مراد وہ ایک لڑکی ہے جس کی موجودگی میں کوئی لمحہ افسوس نہ آیا... یہ کوئی بھی ہو سکتی ہے اور وہ سب ہو سکتی ہیں جو آئیں گی۔“

”اور بھی آئیں گی؟“

”ہاں... اس سفر کے ودران۔ آئندہ سیاستوں میں... تم ان کے اور وہ تمہاری مشظہ ہوں گی... کیونکہ خوشی کی داروں اس صرف ایک پر نہیں دنوں پر سیستی ہے...“
”اور ڈاکٹر تم بھی کسی کے مشظہ ہو؟“

پھر نے یکدم اس طرح چونک کہ میری طرف دیکھا جیسے اس کا بہمازیں ہو گیا ہو یا کوئی حادثہ ہو گیا ہو۔ اس نے تیوڑی پر ٹھانی اور اپنے بالوں میں کٹا گھی کرتے ہوئے بولا ”دیکھو تمہیں اس کی اجازت نہیں“ اور پھر امٹھ کر اپنے خیسے کے اندر چلا گیا۔

اُس شب میں اکیلا ٹیرس پر بیٹھا رہا اور کافی پیتا رہا... مت رکو... اہدا ایک تیز ہوا پل رہی ہے۔

"یہاں تو لوگ بہت ہیں" رو تھے کہا اور ہم آگے چل دیئے...
دریا سے رہوں جہاں جھیل جنیوا میں داخل ہوتا ہے۔ وہاں سے اس کے کنارے
کنارے ایک راستہ اور پر کی جانب جاتا ہے جدھر سے دریا آتا ہے۔ اس پاس گھنا
جنگل ہے... دریا کے ساتھ ساتھ گھنی گھاس درختوں کے بیچے پھیلی ہے۔ جنیوا کے
باسی پنک کے لئے یا ایک پرائیوریٹ دوپر نکے لئے ادھر آتے ہیں اور وہ آئے ہوئے
تھے۔ میں کوئی بھی سپاٹ پسند کرتا تو رو تھے اس پاس دیکھ کر کہتی" یہاں تو لوگ بہت ہیں۔
ہم اپنا بیگ اٹھائے چلتے رہے لیکن لوگ کم نہ ہوئے۔ زیادہ تر بڑے تھے
اور بڑے ہوتے تھے۔ ایک مقام پر سوچ کی روشنی گھاس پر پڑ رہی تھی اور اس
پاس جنگل کا سایہ تھا۔ میں تھاک کر دیں بیٹھ گیا... رو تھے کچھ کھانے کی چیزیں لائی
تھیں... وہ میرے لئے تو کچھ بد مردہ تھیں مگر صرف رو تھے کا دل دکھنے کی خاطر میں نے
اُن اُبلے ہوئے پھیکے کھاؤں کی تحریف کر دی... کھانے کے بعد ہمیں گھاس
اچھی لگی اور ہم لیٹ گئے... اور پر جنگل میں وہ راست تھا جس میں سے دھوپ آتی تھی
اور ہمیں روشن کرتی تھی۔ دریا کے بہنے کی آواز تھی اور گھاس کی بنزاں تھی جو ہمارے
جسموں میں رپح رہی تھی... رو تھے نے پھرہ اور پکیا اور مجھ پر جھک کر باقی کرنے

لگی۔ اس کے لامبے بال میرے منہ میں پڑتے تھے اور میں انہیں پرے کرنے کے لئے اپنا سر جھینکتا تھا۔

”کیا تم مجھے دیکھ سکتے ہو“ وہ ایک بلاکی طرح میرے اوپر جھکی ہوئی تھی۔ میں اُسے اتنی نزدیکی سے دیکھنے پا رہا تھا۔ بال تھے جو گھست تھے اور میرے پھر پر پڑتے تھے اور ایک بہت بڑا پھر تھا۔ تھا۔ میں کس کا اور اس میں دو ہونٹ تھے کھلے ہوئے اور بہت بھی زندہ۔ پانی کی آواز میرے کافوں میں سلسل بھتی جا رہی تھی۔ اور بال ایک نیم سردہ را بھی تو تھی جو گھاس کی مرک کو اڑاتی تھی۔ میں شاید سو گیا۔ رو تھے مجھے بھجن ٹا۔۔۔ بھتی تم تو بہت بھی سُست ہو اٹھو دیا میں ایک ٹکبی لگا ڈھیک ہو جاؤ گے۔“

”یہاں ہے؟“

رو تھے اور صارِ ذر نگاہ ڈالی اور پھر کہنے لگی۔ ”یہاں تو لوگ بہت ہیں آڑاگے چلتے ہیں۔ ہم اپنا بیگ اٹاکر پہنچنے لگے۔۔۔ بالا فڑ ہم تقریباً اس جگہ پر پہنچنے کے جس کے عین اور کیپنگ کے کافی بار کا شیرس تھا۔۔۔ یہاں سے کچھ دکھائی تو نہیں دیتا تھا لیکن کیپنگ وہیں تھی۔۔۔ یہاں لوگ نہ ہونے کے برابر تھے۔۔۔ ہم دونوں نے چونکہ پہلے سے بھی سومنگ کا سیٹوم پہن رکھے تھے اس لئے کپڑے اتارنے کے بعد ہم کنارے پر بیٹھ گئے۔۔۔ پانی میں اترنے کے لئے ہمت درکار تھی۔ رہوں ظاہر ہے کسی گلکیشیر میں سے نکلا تھا اور گلکیشیر کا پانی عام طور پر کچھ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ میں اس لئے بھی گھبرا رہتا کہ پانی بہت تیزی سے بہرہ رہا تھا اور میں اس سے پیشتر سا کن بھسیلوں اور سومنگ پولز میں تراحت پاؤں مار کر سطح پر رہنے میں کامیاب ہو جاتا تھا لیکن کسی دریا اور تیز دریا میں اترنے کے لئے تیرا کی کی جو سطح درکار تھی میں اس سے بہت نیچے تھا۔

رودھنے اپنے ہمیڈ بیگ میں سے کوئی کریم وغیرہ نکالی اور اسے دیسرے دیجئے۔ اپنے پینڈے پر ملنے لگی۔

”تم دریا میں منیں اتر و گی؟“
”نهیں“ وہ کہنے لگی ”میرے پاس ہمیڈ کیپ منیں ہے اور میں اپنے بال گیلے منیں کرنا چاہتی۔ شام تک سوکھیں گے منیں۔“ تم بے شک نہالو“

”میں بھی رہنے دیتا ہوں ۰۰۰۔“

”یہ کچھ بھیب سا لگتا ہے کہ ہم دونوں تیراکی کے منقصر بیاس میں ہوں اور کنارے پر سو کے بیٹھے رہیں ۰۰۰۔“

”اچھا؟“ میں نے اپنے پیٹ کو کھایا۔ پانی بہت تیزی سے بہر رہا ہے ۰۰۰۔“
”کنارے کے ساتھ ساتھ رہو گے تو کہیں منیں جاؤ گے“

میں رہوں کے پانی میں اڑاتو بالکل چوکتا ہو کر۔ بڑی ہوشیاری سے... اور کان لگائے کہابھی گیا اور بھر گیا ہی گیا۔... پانی کی بیخ بستگی نے پہلے اڑ کیا بھراں کی تیزی میرے پاؤں کو شوٹ لئے لگی جیسے انہیں اٹھانا چاہتی ہو۔ میری کمر تک پانی آیا تو میں نے جمک کر اپنا پورا جسم ایک لمحے کے لئے ڈبو لیا۔ پیچھے پڑ کر دیکھا تو جنگل تھا اور اس کے ساتھ دریا کا کنا را در تک دکھانی دیتا تھا اور رودھنے کا تھا بلتے ہوئے کچھ کہہ رہی تھی جو میں بھاؤ کے شور کی وجہ سے سن منیں سکتا تھا... البتہ میں نے جب اپر دیکھا تو ایک بلند چٹان کی پرتوئی کے قریب ایک آہنی جنگل انظر آیا جو غالباً کافی بار کے تیرس کا تھا... ۰۰۰۔

رہوں کے پانی اب اتنے سرد منیں سختے اور اب میرا بھی منیں چاہتا تھا کہ میں باہر نکلوں... خاصی دیر نہانے کے بعد میں واپس آیا تو رودھنے پھرے پر رومال ڈالنے گھاس پر لیٹی ہوئی تھی... میں اُس کے عین اُپر جا کھڑا ہوا اور اپنے پنچھرے تے ہر نئے

باؤں کو زور سے جھٹکا... کچھ چھینٹے اُس کے سینے کے اوپر پڑے اور اس نے چہرے سے رو مال ہٹا دیا۔ اُس کی آنکھاں سرخ ہو رہی تھیں۔

”ہمیلو، وہ بولی“ پانی کیسا تھا اور خدا کے لئے میرے قریب آنے سے پشتیر اپنے آپ کو خشک توکر لے۔

میں نے تو یہ سے جسم پونچا اور پھر خنکی محسوس کرتے ہوئے شرٹ پہن ل۔

”تم مجھ سے محبت تو نہیں کرتے؟“ اُس نے ایک سپاٹ بجھے میں سوال کر دیا۔

”میں تو تم سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر تم چینکی بجاو تو میں ابھی اور اسی وقت

بلجھ جگ رہوں میں چھلانگ لگا دوں... لگا دوں؟“

”پلیز سنبھیہ ہو جاؤ...“ اُس نے ناراضگی سے کہا۔

”تم اچھی لگتی ہو...“ میں نے بالآخر مسکراتے ہوئے کہا ”محبت کا مجھے کچھ پرستہ نہیں کر کیا ہوتی ہے اور انسان کو کیسے پتہ چلتا ہے کہ ہو گئی ہے؟“

”مثال کے طور پر وہ شخص صرف ایک چھتری والپس کرنے کے لئے وہ میل پیدا چلا جاتا ہے، اس کی ناراضگی برقرار رہتی۔“

”ہاں وہ... مل گئی؟“

”ہاں... اور میری لینڈ لیڈی نے تمہیں دیکھ لیا تھا اور وہ بہت شکی مزاج خاتون ہے... کہنے لگی تم اپنی اور کون کو سنی شے اس کے پاس بھول آئی تھیں...“ تم نے ایسا کہوں کیا؟“

”پتہ نہیں رُو تھے لیکن یہ محبت دنیہ نہیں ہے... بن میرا جی چاہا تھا کہ اس چھتری کو با تھے میں لے کر تاریک گلیوں اور ڈھلوان راستوں پر سیٹی بجا تا ہو اچلتا جاؤں اور اسے تھاری سیڑھیوں پر رکھ دوں اور جب تم دروازہ کھول تو وہ وہاں موجود ہو... بن اُسی ایک لمحے کے لئے میں نے یہ سب کچھ کیا“

”ادہ شکر یے کہ... مجھے ڈر تھا کہ تم میری محبت میں گرفتار ہو گئے ہو... اور یہ بہت بڑا ہوتا۔“

”کیوں؟“

”کیونکہ میں تو کروگر سے محبت کرتی ہوں...“

”اور کروگر کون ہے؟“

”میرا بواۓ فرینڈ جو جرمنی میں ہے... ہم دونوں شامد شادی کر لیں۔ وہ شاند اگلے ماہ مجھے ملنے کے لئے آئے۔“

”تم نے مجھے پہلے کیوں منیں بتایا۔“

”کیوں؟ کیا اس سے کچھ فرق پڑتا ہے؟“

”ہاں یہ بھی درست ہے کہ اس سے کیا فرق پڑتا... بہر حال کروگر صاحب بت ہہینہ سُم ہوں گے... سنہری بال اور نیلی آنکھیں اور خوب صحت مند...“

”ہاں بالکل“ وہ مسترت سے چیخی تمیزیں کیے پتہ ہے؟“

”اکثر کروگر ایسے ہی ہوتے ہیں“

”تم شامد جل گئے ہو“ اس نے میرے ساتھ بیک لگادی اور آہستہ سر ملانے لگی ”ویسے تم جنیوں سے کب جا رہے ہو؟“

”کروگر کے آئے سے بہت پہلے“

”مذاق منت کر دو... کتنے دن کے لئے آئے ہو؟“

”پتہ نہیں“

”تمیں تو کسی چیز کا بھی پتہ نہیں...“ اس نے مجھے ان نظروں سے دیکھا جن میں ایک خاص شکانت تھی... ”مجھے تواب بھی یقین نہیں آ رہا کہ تم اب تک...“

”ویسے لطف بہت آئے تمہارے ساتھ...“

” مجھے تم میرے حال پر ہی رہنے دو... میں فی الحال نہ تدریسی بھلا... ”

” بتاؤ کب جا رہے ہو؟ ”

” کل پچھلے پر... میں چاہتا ہوں کہ جھیل جنیوا یا جھیل لامن کے ساتھ ساتھ
ماہر تر تک پیدل سفر کروں... ”

” تم اتنی جلدی جا رہے ہو، وہ چونکہ گئی ” میرا خیال تھا تم دو تین ہفتوں کے
لئے یہاں آئے ہو... ”

” دو تین ہفتوں میں تو میں پورا میرا یہ نہ دیکھ لوں گا رُو تھہ ڈیٹھر... ”

” اگلے بیٹھتے میرے پاس تین چھٹیاں ہوں گی۔ اگر تم مھر جاؤ تو ادھر جھیل جنیوا
کے کنارے پر ایک قصبہ ہے وہی... دہان میری ایک دوست ہے اور اس کے
پاس دو پڑائے کرے ہیں جھیل کے عین ساتھ... ہم دہان جا سکتے ہیں ”

” اور کرو گر بھی ساتھ جائے گا؟ ”

” تم ہم میں جاؤ وہ یک دم بھر کل اٹھی مقدم واقعی ایک بچے ہو، نابالغ اور ناچرکار
بچے... بھلا اس میں کرو گر کہاں سے آگیا۔ تم ہو اور کرو گر کرو گر ہے... ”

” مجھے افسوس ہے رُو تھہ لیکن یہ بوجذبہ ہے ناں حسد کا تو یہ بچے کچھ کہیں بنادیتا
ہے ”

” جذبہ حسد ایک ایسی لڑکی کے لئے جس کے ساتھ تم محبت نہیں کرتے... ”

” حسد کا محبت کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں ہے... یہ ایک ایسی کیفیت ہے
جو انسان کو چوکنا رکھتی ہے... میں تو ایک خوبصورت لڑکی کو جب اپنے دوست
کی جانب پیار سے دیکھتے ہوئے دیکھتا ہوں اور اگر وہ لڑکی مجھے اچھی لگے تو میں
حسد کا شکار ہو جاتا ہوں۔ چاہے میں نے انسین ایک پل کے لئے کسی بس میں
گذرتے دیکھا ہو... چنانچہ میں کرو گر کا نام من کر جل بھئ کر کو ملہ ہو جاتا ہوں ”

اور خبردار آئندہ اُس کا نام لیا تو ”
دہ ہنسنے لگی اور ہنسنی رہی ”تم بہت پر مزاح ہو... کیا تم داتھی کل پلے
جاوے گے؟“

”ہاں“ میں نے اس کے کندھے پکڑ کر کہا ”جینرا کی سب سے زیادہ خوبصورت
لڑکی کو حاصل کرنے کے بعد میرے لئے یہاں اور کیا باقی رہ گیا ہے... مجھے اب
چلے جانا چاہیئے“

”اگرچہ تم ناتجر ب کار ہو“ رو تھک کے پہنچے بھاری ہو رہے تھے اور وہ انہیں
آنکھوں سے بٹکل اٹھاتی تھی ”لیکن مجھے شک ہے کہ تم ناتجر ب کار نہیں ہو“
روشنی مدهم ہو چکی تھی۔ دریائے رہوں کے اوپر سے آتی ہوئی ہوا میں اب
خنکی زیادہ تھی پانی کا شور بڑھ رہا تھا۔
”میرے نیچے شاہزاد کوئی پسختہ ہے جو مجھے بڑی طرح پسختہ رہا ہے“

”کیا تم داتھی جا رہے ہو؟“ ڈاکٹر پیرنے بے یقینی سے سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔
”ہاں.... مجھے اب جانا ہی چاہیئے... دیکھئے“ میں نے خیہہ سمیٹتے ہوئے کہ
”میرے نیچے کے ساتھ گھاس زیادہ بلند ہے۔ اب مجھے کوچھ کر جانا چاہیئے“
”ہاں... ابھی تو بے شمار منظر تمہارے مشظر ہیں... صرف جیل جینوا ہی نہیں
اور بے شمار جھیلیں ہیں اور جنگل ہیں جو تمہاری راہ دیکھتے ہیں۔“ پیرنے مجھے ایسے
دیکھا جیسے میں ایک مجرم ہوں... اس کا مجرم... میری بجائے اس کو ہونا چاہیئے
تھا... بڑھا پا میرے لئے ہوتا اور رُک سیک اس کے کندھے پر آؤ ایک پیالی
کافی کی پیستے ہیں... پھر چلے جانا“ میرا سامان پیک ہو چکا تھا۔ میں نے ڈک سیک
اٹھایا اور پیر کے ساتھ چل دیا۔

”مت رو کو... مجھے اپنے ہو نہیں کوچھ منے سے مت رو کو...“

ہم نے کامنڑ سے کافی کے مگ خریدیے اور باہر ٹیرس پر آبیٹھے۔

”کل کماں غائب رہے؟...“

”میں تو یہیں آس پاس تھا... یعنی اس ٹیرس کے عین نیچے دریائے رہوں میں
سومنگ کر رہا تھا...“

”کیا؟ پیر چونک گیا“ کیا تم رہوں میں اترے تھے؟... اس مقام پر تو پانی
کا بہاؤ بے حد تیز ہے بلکہ وہاں تو سومنگ کرنا منن ہے...“

”رُد تھے کہا تھا کر...“

”اچھا، پھر بھیک ہے... تمہاری لیڈری لونے اگر تیں حکم دیا تھا کہ رہوں
میں کوڈ جاؤ تو پھر تم نے دبی کیا جو تمہاری عمر کے ایک فوجان کو کرنا چاہئے تھا...
ویسے وہاں ایک دونوں جوان ڈوب چکے ہیں...“

میں نے ایک بھر بھری سی لی... یہ حقیقت ہے کہ اگر میں ایک قدم بھی آگے
جاتا دریا کے درمیان کی طرف تو میرے پاؤں اکھڑ جاتے اور میں یہ اختیار ہو جاتا۔
اس وقت جب میں پانی میں تھا مجھے لگتا تھا کہ اس میں موت ہے لیکن میں رُد تھا کہ
سامنے ڈرنا نہیں چاہتا تھا۔

”آپ نے بھی تو جوانی میں اس قسم کی بے شمار حکمتیں کی ہوں گی... نہیں؟“

”نہیں“ پیر نے سر ملا پا لیکن ایک افسوس کے سامنے... دہ کچھ دریچپ رہا۔

کافی کے گھوٹ بھرتا رہا پھر جیسے دریا کی آواز سنتے ہوئے کہنے لگا ”نہیں میں نے
فوجانی میں کچھ بھی نہیں کیا۔ میں بہت پابند اور باقاعدہ قسم کا فوجان تھا... میں
ایسی حکمات کو اچھا نہ سمجھا تھا... میں اپنے تیں بہت عتمد اور وانا بنتا تھا... میرا
خیال تھا کہ انسان کو ایک صاف سُتھری اور باقاعدہ زندگی گذارنی چاہئے... چنانچہ

میں لوجرانی کے شور اور شرارت سے الگ ہو گیا۔ میں اپنا مستقبل بنارہا تھا پر ہر بات
اور سبجدہ ہو رہا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ میں نے اس پہلی لڑکی سے شادی کر لی جو میرے لئے
میں آئی صرف اس لئے کہ ایک اچھا لگنے والے ایک بیوی بھی درکار ہوتی
ہے آپ اس سے محبت کریں یا نہ کریں وہ ایک ضرورت ہوتی ہے... میں اس کے
بعد وقت بہت تیزی سے اور مجھے بتائے بنیہ بڑی بد تیزی سے گزر گیا... میری
بیوی ایک خادمی میں ہلاک ہو گئی۔ بچوں نے شادیاں کر لیں اور میں ایک مرتب پھر
وہیں ہوں... اکیلا اور کامیاب... اور اب مجھے احساس ہوا ہے کہ اس سارے سلسلے
میں پھر غائب ہو گیا اور حالات اور وقت غالب آگئے...
”مجھے افسوس ہے“

”افسوس تو مجھے بھی ہے۔ میری ساری زندگی اکارت گئی...“ وہ مسکرانے لگا۔
”تم جب اپنا خیال لگا رہے تھے یاد ہاں رو تھی کہ سرگوشیاں تھیں اور جب تم دیرستے والیں
آتے تھے تو مجھے پتہ چل جاتا تھا... اور... میں نے یہی سب کچھ میں کیا۔ میں نے
ساری زندگی کی تکسی دجھ کے ساتھ گذاری... جواز کے ساتھ... لیکن خوشی اور محبت
کے ساتھ نہیں کیونکہ ان دونوں میں وجہ یا جواز نہیں ہوتے...“
”میرا خیال ہے ڈاکٹر پیٹر کہ آپ کو میرے ساتھ چلنا چاہیئے۔ ہم دونوں آدوا گرد
ہو جاتے ہیں۔ اکٹھے سفر کرتے ہیں... کیا خیال ہے؟“

”پھر ہم صرف ان دو خواتین کی طرف دیکھیں گے جو ایک ماں اور ایک بیٹی ہو...
اپنی اپنی عمر کے حساب سے... اور ایسی دو خواتین کا بیک وقت ملنا اور پھر ہم دونوں
سے مل جانا قدر سے دشوار ہے...“ وہ مودہ میں اگیا ”ماں یہ ہو سکتا کہ میں تمہیں اپنا
ایسا بیٹا بنالوں جو تاہیتی کے بجزیرے میں رہتا تھا اور اب مجھے ملنے آیا ہے اور اسی
لئے براوں زندگ کا ہے...“